© rasailojaraid.com

کلمتہ الحکمتہ ضالتہ المومن

انقلاب ایران اور مذہبی مدارس

از جناب آیت اللہ خامنہ ای

ایران کا شیعہ انقلاب دور حاضر کا ایک مذھی انقلاب ہے جس نے بادشاہت کو شکست دینے کے علاوہ دیگر معاصر سیاسی قوتوں کو بھی پس منظر میں دھکیلا اور پورے ایرانی معاشرہ پر کنٹرول حاصل کر لیا ایران کی انقلابی قیادت اگر اس انقلاب کو ارد گرد کے مسلم ممالک میں فرقہ وارانہ شیعہ تحریکات کی پشت پناہی اور عالم اسلام میں شیعی اثرات کے فروغ کا ذریعہ نہ بناتی تو عالم اسلام پر انقلاب ایران کے اثرات مختلف ہوتے لیکن خود انقلابی قیادت نے غلط پالیسیوں اور ترجیحات کے ساتھ اپنے اثرات کو نہ صرف محدود کر لیا بلکہ مسلم ممالک کی دینی تحریکات کو ایرانی انقلاب کے بارے میں محتاط اور چوکنا کر دیا تاہم ان تمام امور کے باوجود عالم اسلام کی دینی تحریکات اور مسلم ممالک میں استعماری نظام کو شکست دے کر اسلامی نظام کے نفاذ کے خواہاں حلقوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ انقلاب ایران کے اسباب' انقلابی جدوجہد کے طریق کار اور انقلاب کی کامیابی کے عوامل کا کھلے دل و دماغ کے ساتھ جائزہ لیں اور طریق کار کی حد تک اس سے استفادہ میں بخل سے کام نہ لیں۔

انقلاب ایران میں وہاں کے مذھی مدارس کا کردار بنیادی اور نمایاں رہا ہے بلکہ انقلابی جدوجہد کا اصل سرچشمہ مذھی مدارس ہی تھے اس حوالہ سے ایران کے مذھی مدارس کے نظام کا مطالعہ بھی ضرورز ہے اور اسی پس منظر میں ہم انقلاب ایران کے موجودہ رہبر جناب آیت اللہ خامنہ ای کا ایک اہم خطاب شائع کر رہے ہیں جو انہوں نے قم کے ایک بڑے مذھی مدرسہ "حوزہ علمیہ" میں "درس خارج" کی کلاس کے آغاز پر کیا اس سے مذھی مدارس کے بارے میں ایران کی انقلابی قیادت کے رجحانات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور ہم وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ذمہ دار حضرات اور دینی مدارس کے مہتممین سے بطور خاص اس کے مطالعہ کی درخواست کرتے ہیں یہ خطاب تہران کے اخبار "کیہان اردو" نے ۱۱ اکتوبر ۹۲ء کو شائع کیا ہے اور اس کے شکریہ کے ساتھ قارئین الشریعتہ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

ادارہ

بعد الحمد والصلوۃ!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معمول کے مطابق ہر سال ہم دینی مدارس میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر کچھ مطالب بیان کرتے ہیں' اور ان مطالب میں ہمارے مخاطب عزیز طلباء فضلاء اور محترم اساتذہ ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ گذشتہ سال بھی میں نے اسی طرح کے مطالب بیان کئے تھے' لیکن آج ایک بار پھر میں انہی مطالب کو دہرا رہا ہوں۔

گذشتہ سال کی بہ نسبت اس سال ہم قم کے مقدس حوزہ علمیہ' میں کافی تبدیلیاں مشاہدہ کرتے ہیں' اور امید ہے کہ دیگر مدارس میں بھی یہ تبدیلیاں عمل میں آئیں گی۔

اپنے عرائض شروع کرنے سے پہلے میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں' جنہوں نے اس مدرسے کی ترقی' پیش رفت اور طلباء کے مسائل کو دور کرنے میں زحمت اٹھائی ہے۔

"حوزہ علمیہ قم" اور دیگر درس گاہوں میں تحقیقی کام کے لئے زمین ہموار کرنا اور محققین کی پرورش کرنا ایک اہم کام ہے۔ یہاں پر ہم نمونے کے طور پر عالم بزرگوار و عظیم الشان مرجع مرحوم آیت اللہ العظمیٰ آقائے خوئی کے نام گرامی کو یاد کر سکتے ہیں۔ ہم مرحوم کو ایک بڑے مرجع تقلید کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک کامیاب محقق' مولف اور مدرس کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اس بزرگ شخصیت یا ان جیسی دوسری شخصیتوں کے بارے میں جو کچھ بھی بات کی جاتی ہے وہ ان کی مرجعیت سے متعلق ہے۔ جبکہ ان افراد کی زندگی میں جو چیز اہم ہے' ان کی وہ خصوصیات ہیں کہ جن کا ان کی مرجعیت سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مرجعیت ان خصوصیات کی وجہ سے ہے جو انہوں نے علمی' تحقیقی اور تعلیمی میدان میں انجام دی ہیں' اگر آپ ان مرحوم کی زندگی پر ایک نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ کم از کم تین اہم علمی اور تعلیمی موضوعات پر انہوں نے تحقیقی کام انجام دیئے ہیں جن میں سے ایک فقہ' دوسرا اصول اور تیسرا رجال ہے۔ وہ تمام فقہی اور اصولی کتابیں جو ان کے شاگردوں نے لکھی ہیں سب کی سب ان کے اپنے کلمات پر مشتمل ہیں۔ علم رجال سے متعلق آپ کی بے نظیر کتاب جو ظاہراً" آپ نے اپنی عمر کے آخری دور میں لکھی ہے' ایک عظیم علمی خزانہ ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک عالم جو اتنے زیادہ علمی ذخائر کا مالک ہے کس حد تک نہ فقط اپنے زمانے کے دینی مدارس بلکہ اپنے بعد کے دور کے دینی مدارس پر بھی اس حد تک اثر چھوڑتا ہے۔ اصولی طور پر جو کچھ ان کے بعد کے دور سے تعلق رکھتا ہے وہ ان کا یہی پہلو ہے وگرنہ ان کی مرجعیت یا ان کے جیسے دوسرے افراد کی مرجعیت ان کے انتقال کے کچھ عرصے بعد ہی فراموش کر دی جاتی ہے۔ نجف میں کتنے زیادہ مراجع تقلید گذرے ہیں کہ جن کی مرجعیت کا دائرہ ان سے بھی زیادہ وسیع رہا ہے لیکن آج ان کا نام تک باقی نہیں ہے ممکن ہے کچھ لوگ ان کو پہچانتے ہوں لیکن دینی مدارس میں ان کا نام و نشان نہیں ہے اگر آپ حضرات آیت اللہ العظمیٰ خوئی کے اساتذہ پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ مرحوم آقا شیخ محمد اصفہانی اور مرحوم آقا ضیاء عراقی اگرچہ مرجع تقلید نہیں تھے لیکن وسیع پیمانے پر دینی مدارس اور فقاہت کے میدان میں پیش پیش رہتے تھے۔ وہ کون سا مدرسہ ہے کہ جہاں فقہ اور اصول کی بڑی شخصیتیں موجود ہوں لیکن مرحوم آقا شیخ محمد حسین اصفہانی اور آقا ضیاء عراقی' جیسے مشہور و معروف بزرگ عالموں کے مبانی سے متعلق کتاب موجود نہ ہو' حالانکہ انہی بزرگوں کے دور میں اور یا ان سے کچھ پہلے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دور میں بھی مراجع تقلید ہوئے ہیں کہ جن کا آج نام و نشان باقی نہیں ہے۔ مدارس میں جو چیز باقی رہتی ہے اور صدقہ جاریہ کی طرح جاری و ساری رہتی ہے، یہی تحقیقات و تالیفات ہیں۔ اور اس کے بعد شاگرد کی پرورش اور تربیت ہے۔ یہ مطلب ہمیں، ہمارے مدارس کے مسئولین اور منتظمین کو اور علی الخصوص ہمارے طلباء کو بخوبی سمجھاتا ہے کہ ہمارے علماء اور طلباء کا پہلا کام تحقیق، تعلیم اور تدریس ہے ..... موجودہ دینی مدارس کے لئے دوسرا نکتہ یہ ہے کہ علماء، اساتذہ اور طلباء فقاہت کو فروغ دینے کے سلسلے میں کوشش کریں۔ سب سے بڑا شیعہ دینی مدرسہ، یعنی حوزہ علمیہ قم، نصف صدی سے آج تک دو مواقع پر توقف سے روبرو ہوا ہے اور فقاہت کا کام ان دو موقعوں پر رک گیا ہے ان دو میں سے ایک وقفہ رضا خانی کا منحوس دور ہے جبکہ اس مدرسے کو بند کر دیا گیا تھا۔ امام بزرگوار (امام خمینی) فرماتے ہیں "ہم وہی چند لوگ جو ان دنوں قم میں تھے، جرات نہیں کرتے تھے کہ دن میں شہر قم اور اس مدرسہ فیضیہ میں جائیں۔ دن بھر ہم لوگ قم کے اطراف کے باغات میں گذارتے تھے اور وہاں پر درس و مباحثہ کرتے تھے"۔ یہ ایک وقفہ تھا جس نے اس مدرسے کو کافی متاثر کیا۔ ۸ یا ۹ سال تک قم کا یہ مدرسہ تقریباً" بند رہا ایک مدرسے کے لئے ۹ اور ۱۰ سال کا وقفہ ایک بڑا وقفہ ہے ایک بڑا نقصان ہے۔ دوسرا وقفہ جو ایک مبارک وقفہ ہے، اسلامی جدوجہد کا وقفہ ہے۔ جدوجہد کے شروع کے برسوں میں جبکہ حکومت کا دباؤ خاص کر شہر قم پر بہت زیادہ تھا، اساتذہ، علماء اور جوان طلباء جدوجہد سے متعلق کاموں میں مصروف تھے۔ البتہ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ ایک مبارک وقفہ ہے اور اس وقفے کی وجہ سے جو برکتیں دینی مدارس، عالم فقاہت و تشیع اور پورے اسلامی معاشرے کو حاصل ہوئی ہیں وہ درس و مباحثہ سے حاصل ہونے والے فوائد سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ بہرحال اس موقع پر بھی ایک رکود و انفصال پیدا ہوا۔ ان چند برسوں میں بہت سے ایسے مستعد علماء اور طلباء تھے جو علمی اور تحقیقی کام انجام دے سکتے تھے لیکن وہ لوگ دوسرے کاموں میں مصروف تھے اور تحقیقی کام انجام نہ دے سکے۔ لہٰذا قم کا حوزہ علمیہ گذشتہ نصف صدی کے دوران دو مرحلوں میں رکود اور انفصال سے رو برو ہوا ہے کہ جس کا ازالہ کیا جانا ضروری ہے، اور یہ ازالہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اس وقت جو علماء اور طلباء حوزہ علمیہ میں ہیں تعلیم و تحقیق کے سلسلے میں سنجیدگی سے کام کریں۔ طلباء کو چاہیے کہ وہ لوگ تعلیم پر زیادہ توجہ دیں۔ چھٹیوں کو کم کریں اور جو بھی موقع ملے اس میں تحقیقی اور تعلیمی کام انجام دیں۔ فقہی مباحث کو زندہ کریں اور اساتذہ کا احترام ملحوظ رکھیں۔

مرحوم آیت اللہ العظمی خوئی کو علم فقہ و اصول کو فروغ دینے میں مدد کرنے والے عوامل میں سے ایک ان کے دروس کا منظم طریقے پر تحریر کیا جانا تھا۔ ۱۳۳۶ شمسی ہجری میں جبکہ ہم ان کے درس میں شریک تھے تو ہم نے دیکھا کہ کوئی بھی شخص ان کے درس میں اشکال نہیں تراشتا، آپ درس دیتے اور کچھ افراد تھے جو اس کو لکھتے اور بحث کرتے اور اس کے بعد اس کو منتشر کرتے تھے۔ اور یہ ایک کامیاب روش ہے"۔

یہاں پر میں یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کی اجازت کی رسم جو برسوں سے دینی مدارس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منسوخ کر دی گئی ہے' کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔ گذشتہ دور میں اجتہاد کی اجازت دینا ایک اچھی رسم تھی کیونکہ اس دور میں طلباء جب تھوڑی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کسی دوسرے مرکز یا شہر میں جانا چاہتے تھے تاکہ وہاں تبلیغی اور علمی خدمات انجام دیں تو انہیں اس کام کے لئے ایک سرٹیفکیٹ کی ضرورت پڑتی تھی جس سے معلوم ہوسکے کہ یہ صاحب اہل علم و فضل ہیں لہٰذا وہ شخص کسی بڑے عالم' کے پاس جاتا اور کسی فقہی مسئلے پر بحث و گفتگو کرنے کے بعد وہ عالم یہ تشخیص دیتا کہ آیا وہ شخص مجتہد ہے یا نہیں اور اس طرح اسے اجتہاد کی اجازت مل جاتی تھی۔ مدتوں سے یہ سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔ اگرچہ شاید اس کی کوئی وجہ رہی ہو ...... لیکن اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اگر کوئی طالب علم اپنے اندر اجتہاد کی صلاحیت محسوس کرتا ہے تو وہ استاد کے پاس جائے اور استاد کو چاہیے کہ وہ اس کے لئے ایک اہم اور نئے موضوع کو جس پر کام نہ کیا گیا ہو' انتخاب کرے تاکہ وہ اس پر کام کر سکے۔ ٹھیک اسی طرح جیسا کہ یونیورسٹیوں میں معمول ہے کہ تھیسز لکھی جاتی ہے اور اس کے بعد اس کا جائزہ لیا جاتا ہے اس طرح ان افراد کے کام کا بھی جائزہ لیا جانا چاہئے.... اور چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ چند برسوں کے اندر ہی ہزاروں دلچسپ فقہی مسائل پر لکھی کتابیں کہ جن پر کوئی بحث نہیں کی گئی ہے' حاصل ہو جائیں گی اور اس طرح تحقیق کی راہ ہموار ہو جائے گی .....

اگرچہ ممکن ہے کہ کچھ مراجع تقلید کی جانب سے اجتہاد کی اجازت نہ ملے تو ہمارے دینی مدارس میں جو چند شناختہ شدہ عالم و فاضل اساتذہ ہیں وہی اجتہاد کی اجازت دیدیں تو بھی کافی ہوگا ..... بہرحال یہ روش طلباء کو اسلام کی تبلیغ و ترویج کے کام میں زیادہ جدوجہد کرنے پر اکسائے گی۔"

"اس نکتے کی وضاحت یہاں پر ضروری ہے کہ جو طلباء اجتہاد و فقاہت کی راہ کو اپنانا چاہتے ہیں وہ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ ان کا اجتہاد و فقاہت موجودہ ضروریات کے مطابق ہونا چاہیے' نہ یہ کہ ہم گذشتہ مباحث کو ہی تکرار کریں۔ آج بہت سے ایسے مسائل اور فقہی ابواب موجود ہیں جو بحث اور جائزہ کے محتاج ہیں .... اور کیا ہی اچھا ہے کہ اگر اس طرح کے تحقیقی کام طلباء اور اساتذہ کے باہمی تعاون اور کوششوں سے انجام پائیں"۔ "تیسرا مسئلہ کہ جسے دینی مدارس کے پروگرام میں شامل کیا جانا چاہیے تبلیغ ہے۔ آج جبکہ اسلام کی تبلیغ کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے اور ہماری آواز اور ہمارے ہاتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتے ہیں' ماضی کے مقابلے میں ہماری تبلیغ میں فرق آنا چاہیے ... آج جبکہ پوری دنیا میں اور خود ہمارے اپنے ملک اور معاشرے میں ایسے افراد موجود ہیں جو تبلیغی کام کے منتظر ہیں' کتنے ہی ایسے جوان ہیں جو دین کے سمجھنے کے مشتاق ہیں' کتنے ہی افراد ایسے ہیں جنہیں کل تک دین اور معرفت دینی سے دور رکھا گیا تھا' لیکن آج حکومت ان کو دین کو سمجھنے اور اس کی طرف مائل ہونے کے لئے ابھارتی ہے ...... آج اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام افراد کے لئے مختلف سطح پر کتابیں لکھی جائیں .... آج اس بات کی ضرورت ہے کہ مختلف موضوعات پر بحث اور تحقیق کی جائے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص حجاب' زوجین اور انسانی حقوق کے بارے میں جو آج دنیا میں سخت بحث کا موضوع بنے ہوئے ہیں اور یا اسلام کی خارجہ پالیسی وغیرہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موضوعات پر اسلام کا نظریہ جاننا چاہے تو کیا ان تمام موضوعات پر ہمارے پاس کتابیں موجود ہیں جو ہم اس کو متعارف کرا سکیں؟ ممکن ہے کسی شخص نے کسی مصنف کی کتاب کا ترجمہ کیا ہو' لیکن ترجمہ کافی نہیں ہے بلکہ ان تمام مسائل پر کتاب لکھی جانی چاہیے اور تحقیق و تالیف کا کام انجام دیا جانا چاہیے .... وہ افراد جو تازہ اسلام سے آشنا ہوئے ہیں' انہیں ان کتابوں کی ضرورت ہے۔ یہی ممالک جو کل تک سوویٹ یونین کے جز تھے' اور جن میں کروڑوں مسلمان افراد کیمونزم کے زیر اثر تھے' آج ہم سے معارف دین کے خواہاں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ " ہم لوگ ۶۰ - ۷۰ سال تک کیمونزم زیر اثر تھے اور کیمونزم نے ہمارے لئے ان تمام مسائل اور موضوعات پر جو کیمونزم میں درپیش ہیں کتاب' فلم اور ڈرامہ غیرہ فراہم کئے تھے اور اب ہم مسلمان ہیں اور اسلام کی طرف لوٹ آئے ہیں' آپ لوگ جو خود کو ام القرائے اسلام کہتے ہو' آؤ اور ہمیں کتابیں دو"۔ آپ کے پاس ان کے لئے کیا جواب ہے؟ آپ نے کیا چیز ترجمہ کی ہے یا لکھی ہے جو ان کو دیں گے۔ مجبوراً" ہمیں مرحوم شہید مطہری کی کتابوں کا حوالہ دینا ہوگا! البتہ ان بزرگوار کی کتابیں حقیقت میں بہترین کتابیں ہیں جو ہر لحاظ سے گویا' منطقی' قوی اور اچھی ہیں' لیکن کب تک؟ ہمیں چاہیے کہ ہم مختلف شرائط اور ضروریات کے مطابق کتابیں لکھیں۔ اور یہی وقت کا تقاضا ہے البتہ فن و ہنر سے متعلق مسائل جیسے فلم اور دوسری چیزیں بھی اپنی جگہ اہم ہیں لیکن ہمیں تبلیغ کے لئے دینی مدارس میں ایک نئے باب کو وجود میں لانا چاہیے.... اگرچہ یہ درست ہے کہ ہمیں فقاہت کو تکیہ گاہ بنانا چاہئے اور اس کو اصل جاننا چاہیے' لیکن ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ہم تبلیغ کے موضوع کو کم اہمیت دیں اور طلبا یہ سوچیں کہ اب جبکہ ہمارا دار و مدار فقاہت پر ہے تو پھر موضوع تبلیغ کو کیوں اہمیت دیں۔ بعض طلباء کو تبلیغ کے کام میں مشغول ہونا چاہئے۔ تبلیغ کا مقصد' عوام کی دینی معرفت کو فروغ دینا' اور لوگوں کو ہدایت کے لئے کتاب' مطالب اور تبلیغ کے امکانات کو فراہم کرنا ہے"۔

چوتھا نکتہ کہ جو تبلیغ کے بارے میں ہے' بیرون ملک میں عالمی سطح پر مبلغ کی تربیت اور ٹریننگ ہے۔ تبلیغ کی دو شکلیں ہیں۔ ایک اندرون ملک اور دوسری بیرون ملک اندرون ملک تبلیغ' بیرون ملک تبلیغ سے مختلف ہے۔ وہ لوگ جو تبلیغ کے لئے غیر ممالک میں گئے ہیں وہ میرا مقصد سمجھتے ہیں ہمیں اس وقت دنیا میں بہت سے جگھوں پر مبلغین کی کمی کا سامنا ہے۔ افسوس ہمارے پاس ایسے افراد کی کمی ہے جنہیں بیرونی ممالک میں تبلیغ کے لئے بھیجا جاسکے۔ آج دنیا میں ایک طرف اسلام اور مسلمانوں اور دوسری طرف انقلاب اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے' فطری بات ہے کہ غیر ممالک میں نوجوانوں' روشن فکر افراد اور عوام کے ذہنوں میں بہت سے سوالات ابھرتے ہیں اور وہ لوگ اس بات کے خواہاں ہیں کہ ہم کسی کو وہاں بھیجیں تاکہ وہ اپنے سوالات کا جواب حاصل کرسکیں اور خود کو مطمئن کر سکیں۔ لیکن ہمارے پاس ایسے افراد نہیں ہیں جنہیں وہاں بھیجا جاسکے'۔ بعض ایسے غیر ممالک ہیں کہ جہاں پر اگر ہم دس عالم و فاضل اور شائستہ مبلغین کو بھیج دیں جو مستقل وہاں پر رہیں تو اس کا بہت زیادہ اثر ہوگا۔ لیکن افسوس ہمارے پاس شائستہ مبلغین کی کمی ہے' آپ عیسائی مبلغین کو دیکھیں جو دو تین صدی پہلے یا کم از کم ایک صدی پہلے افریقہ اور امریکہ کے ایسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دور و دراز علاقوں میں کہ جہاں حتیٰ کہ معمولی انسان اور تجار بھی نہیں جاتے تھے' وہ لوگ وہاں تبلیغ میں مشغول ہوگئے ...... میں برجستہ شخصیتوں اور علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ تھوڑی مدت کے لئے وہ لوگ غیر ممالک میں جائیں اور تبلیغ کریں۔ بشرطیکہ وہ لوگ اس سلسلے میں تجربہ رکھتے ہوں' غیر ملکوں کی نفسیات سے واقف ہوں' وہاں کی قوموں اور زبانوں سے واقفیت رکھتے ہوں تاکہ وہاں کے عوام کے ساتھ گفتگو کریں' ایک دوسرے کو سمجھیں۔ لیکن افسوس یہ ہے ہمارے پاس اس طرح کے افراد نہیں ہیں۔ اس خلاء کو کیوں کر پر کیا جاسکتا ہے؟ آیا صحیح ہے کہ ہم اس بات کے منتظر رہیں کہ ایک ایسا کالج کہ جہاں پر اسلامی مفاہیم کی تعلیم کی سطح دینی درس گاہوں سے کم ہو ہمارے لئے مبلغ ٹرینڈ اور تربیت کرے؟ مبلغ کی تربیت کی جگہ قم کا "حوزہ علمیہ" اور دیگر دینی درس گاہیں ہیں ان کے علاوہ کون سی ایسی جگہ ہو سکتی ہے جو یہ کام انجام دے سکے۔"

"پانچواں نکتہ یہ ہے کہ ہماری درس گاہوں کو عالمی تبدیلیوں اور مسائل سے واقف رہنا چاہیے۔ ان لوگوں کو جو دینی مدارس کے امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں' چاہئے کہ وہ طلباء کو دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے آگاہ رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے طلباء جدید سائنٹیفک انکشافات' نظریات' ترقی اور حوادث سے بے خبر رہیں۔ فتویٰ صادر کرنے کے لئے ایک ضروری چیز موضوع سے فقیہ کی واقفیت ہے۔ اگر فقیہ موضوع سے آگاہ نہ ہو تو وہ کما ھو حقہ شرعی دلیل سے حکم خداوندی کو ترک نہیں کر سکتا.... اکثر اوقات ایسے فتوے دیکھنے میں آتے ہیں جو مکمل اور گویا نہیں ہیں اور جب ان کا جائزہ لیا جاتا تو پتا چلتا ہے کہ فتویٰ صادر کرنے سے قبل فقیہ نے موضوع کو صحیح طور پر درک نہیں کیا تھا۔ بہت سی فقہی مباحث میں ہم اس طرح کے مسئلے سے روبرو ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات فقہا نے کسی ایک مسئلہ پر فتویٰ صادر کیا' لیکن جب ہم زندگی کی حقائق کو ملاحظہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس مسئلے میں شرعی حکم یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شقوق موضوع پوری طرح سے واضح نہیں تھیں' ایسی شقوق تھیں جن سے وہ عالم اور فقیہ آگاہ نہیں تھا یا یہ کہ اصلاً" اس کے زمانے میں ان شقوق کا وجود نہیں تھا اور وہ بعد میں وجود میں آئی ہیں۔ لہٰذا اگر ہمارے طالب علم اور جوان فضلاء عالمی مسائل سے آگاہ ہوں گے تو وہ شرعی اور خدائی احکام کو صحیح طور پر درک کر سکیں گے اور اسی کے مطابق فتوے صادر کریں گے۔ حوزہ علمیہ قم اور دیگر دینی مدارس کو چاہیے کہ طلباء کو مسائل سے آگاہ کرنے کے لئے کچھ خاص روشوں کو اپنائیں جیسے مدارس کے لئے مخصوص جرائد و رسائل کا منتشر کرنا' جس میں روزمرہ کے مسائل کو پیش کیا جاسکے اور ہمارے طلباء کی معلومات میں اضافہ ہو سکے۔"

"دینی مدارس کو منظم بنانے کے سلسلے میں چھٹا نکتہ یہ ہے کہ ہمارے مدرسوں کو ہر زمانے میں مستقل اور الگ رہنا چاہیے ..... دینی مدارس کے مستقل اور الگ رہنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ان مدارس سے متعلق افراد اسلامی حکومت کے نظام اور امور کے سلسلے میں ذمہ داری کے احساس سے سبکدوش ہو جائیں اور اس میں حصہ نہ لیں' بلکہ استقلال کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سے ہمارے علماء اپنے آپ پر بھروسہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کئے آج تک اپنے تمام امور کو بغیر کسی زور یا اجبار کے خود بخوبی انجام دیتے آئے ہیں' اس کے بعد بھی ان کی یہ آزادی اسی طرح قائم رہے ......"

ساتواں نکتہ طلباء کی مالی و معاشی مشکلات ہیں۔ واقعی طلباء کی معاشی حالت بہت خراب ہے۔ شاید ہمارے عوام کو معلوم نہ ہو کہ حوزہ علمیہ قم میں' جو دوسرے تمام دینی مدارس سے بڑھ کر ہے' سب سے زیادہ تنخواہ سرکاری اداروں میں دی جانے والی سب سے کم تنخواہ سے بھی کم ہے۔ یعنی آج ایک فاضل طالب علم برسوں سبق پڑھنے کے بعد جو تنخواہ پاتا ہے و سرکاری دفاتر میں کام کرنے والے ایک چپڑاسی کی تنخواہ سے بھی کم ہے ..... اگرچہ الحمد اللہ مسئولین نے اس طرف توجہ دی ہے اور کچھ معمولی مراعات طلباء کے لئے فراہم کی گئی ہیں' لیکن یہ بہت کم ہیں اور اس بارے میں مسئولین کو سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ تاکہ ہمارے عزیز طلباء کی معاشی حالت کو بہتر بنایا جاسکے"۔ "آٹھواں نکتہ یہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس اور حوزہ علمیہ قم کو انقلاب اور امامؒ کے حق کو نہیں بھولنا چاہیے حقیقت ہے کہ ہمارے دینی مدارس پر انقلاب اور امام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہ) کا ایک عظیم حق ہے۔ کیونکہ اگر یہ انقلاب اور یہ عظیم تحریک نہ ہوتی تو دین مخالف تنظیمیں اس کو کھوکھلا بنا دیتیں اور اس کو نابود کر دیتیں ۔ گذشتہ دور میں حکومت کی یہی کوشش تھی' دینی تعلیم کی طرف کم رجحان تھا اور معاشرے میں دینی مدارس کی اہمیت صفر تھی۔ لیکن انقلاب اور امامؒ نے حوزہ میں دوبارہ جان ڈالی' اس کو عزت دی دنیا اور معاشرے میں اس کو شخصیت بخشی اور اس کو سرفرازی عطا کی۔ انقلاب کے حق کو دینی مدارس میں باقی رہنا چاہیے' موقع پرست غلط افراد کو پھلنے اور پھولنے کا موقع نہیں دینا چاہیے' انقلابی افراد کے احترام کو ملحوظ رکھا جانا چاہیے ..... اور ان کے لئے خاص رعایت دی جانی چاہیے"۔

"نواں نکتہ یہ ہے کہ دینی مدارس میں جدید افکار کو اہمیت دی جانی چاہیے۔ جدید افکار سے میری مراد انحرافی التقاطی اور غیر اصولی افکار نہیں ہیں بلکہ "افکار نو" سے مراد فقاہت کے اصول سے مطابقت رکھنے والے افکار ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی نئی فکر یا بات سامنے آئے تو اس پر توجہ دینی چاہیے اور اس کو محترم سمجھنا چاہیے ..."

"دسواں نکتہ وہی چیز ہے کہ جس پر ہم نے ہمیشہ بھروسہ کیا ہے اور جو ہمارے دینی مدارس کا معنوی سرمایہ ہے' یعنی تقویٰ اور اخلاق اسلامی کا مظاہرہ کرنا' دنیاوی چمک دمک پر توجہ نہ دینا' اہل دنیا کی تقلید نہ کرنا اور جو کچھ قسمت میں ہے اسی پر قناعت کرنا وغیرہ۔ اگر ہم لوگ بھی "حوزہ علمیہ قم" میں خدانخواستہ اہل دنیا کی طرح مادی چیزوں کے پیچھے بھاگنے لگے تو پھر یہ ہماری فطرت اور پیشے کے خلاف ہوگا۔ "حوزہ علمیہ قم" میں اس مسئلے پر توجہ دی جانی چاہیے اور جو لوگ اہل تقویٰ اور اہل معنویت ہیں انہیں نوجوانوں کو نصیحت کرنی چاہیے۔ جوانوں میں نصیحت سننے اور بات کا ماننے کا مادہ زیادہ ہے۔

امید ہے کہ خداوند تعالیٰ ان شاء اللہ ہماری مدد کرے گا اور ہم اس مدرسے کے سلسلے میں اپنی ذمے داریوں کو بخوبی انجام دے سکیں گے"۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

© rasailojaraid.com